اس وقت تبلیغ کا جہاد ہر مومن پر فرض ہے

(فرمودہ 26 اپریل 1940ء)

تشہد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

"میں بیماری کی وجہ سے نہ تو زیادہ دیر کھڑا ہو سکتا ہوں اور نہ ہی اونچا بول سکتا ہوں اس کے علاوہ آج لاؤڈ سپیکر بھی نہیں ہے اور ابھی تک وہ درست ہو کر نہیں آ سکا کیونکہ اس کے بعض پُرزے نہیں مل سکے اس لئے دوستوں کو جس حد تک میری آواز پہنچ سکے اُسی حد تک انہیں اکتفا کرنا پڑے گا۔

میں نے جماعت کو تحریک جدید کے ماتحت ایک یہ بھی تحریک کی تھی کہ دوست اپنی زندگیاں تبلیغ اسلام کے لئے وقف کریں خواہ یہ وقف چند ہفتوں کے لئے ہو یا چند مہینوں کیلئے اور ساری کی ساری جماعت ایک قانون اور نظام کے ماتحت تبلیغ احمدیت میں مصروف ہو جائے مگر مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ اس وقت تک جماعت نے اس ہدایت پر پورے طور پر عمل نہیں کیا اور شاید ابھی سَو میں سے ایک شخص بھی ایسا نہیں جس نے اس کے مطابق عمل کیا ہو۔ حالانکہ انسان کے ایمان کی آزمائش سب سے زیادہ جہاد فی سبیل اللہ میں ہوتی ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بیان فرمایا ہے کہ جہاد فی سبیل اللہ دو طرح ہوتا ہے کبھی تلوار کے ذریعہ سے اور کبھی تبلیغ اسلام اور اعلائے کلمۃ اللہ کے ذریعہ سے۔ موجودہ زمانہ میں چونکہ وہ حالات موجود نہیں جن میں تلوار کا جہاد ضروری ہوتا ہے اس لئے اب تلوار کے

جہاد کا وقت نہیں بلکہ تبلیغِ اسلام کے جہاد کا وقت ہے۔ مگر ہماری جماعت نے ایک طرف تو یہ کہہ دیا اور اس نے اپنے پاس سے نہیں کہا بلکہ خدا اور اس کے رسول کے حکم کے ماتحت کہا کہ وہ جہاد جو تلوار کا تھا اِس زمانہ میں منسوخ ہو چکا ہے۔ گویا اس جہاد سے ہم اس طرح سبکدوش ہو گئے ہیں کہ خدا اور اس کے رسول نے اِس زمانہ میں یہ جہاد منسوخ کر دیا ہے کیونکہ اِس زمانہ میں وہ حالات موجود نہیں جن حالات کے ماتحت تلوار کا جہاد مومنوں پر فرض ہؤا کرتا ہے۔ جب دوبارہ وہ حالات پیدا ہو گئے تو پھر نئے سرے سے یہ جہاد مسلمانوں پر فرض ہو جائے گا کیونکہ وہ ایک شریعت کا مسئلہ ہے جسے عارضی طور پر ملتوی تو کیا جا سکتا ہے اور ایک زمانہ کے لئے وہ خدا اور اس کے رسول کے احکام کے تحت منسوخ تو ہو سکتا ہے مگر کُلّی طور پر نہیں مٹ سکتا۔ کیونکہ قرآن کریم کی کوئی تعلیم ایسی نہیں جو ہمیشہ کے لئے متروک اور ناقابلِ عمل قرار دی جا سکے۔

قرآن کریم نے ہمیں جس قدر تعلیمیں دی ہیں وہ دو قسم کی ہیں۔ بعض تعلیمیں تو ایسی ہیں جو ہر زمانہ میں قائم رہتی ہیں اور بعض تعلیمیں ایسی ہیں جو وقتاً فوقتاً جاری ہوتی ہیں۔ یہ تعلیم بھی جو تلوار کے جہاد کے ساتھ تعلق رکھتی ہے انہی تعلیموں میں سے ہے جو وقتاً فوقتاً جاری ہوتی ہیں اور اس کی ہماری شریعت میں اور بھی کئی ایک مثالیں موجود ہیں۔

بعض نادان یہ اعتراض کیا کرتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس جہاد کے متعلق حرام کا لفظ کیوں استعمال فرمایا؟ چنانچہ حال ہی میں ایک شخص کا میں نے یہ اعتراض دیکھا ہے کہ جب یہ جہاد حالات کے بدلنے پر جائز ہے تو پھر موجودہ زمانہ میں اسے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حرام کیوں قرار دیا؟ حرام تو وہی چیز ہؤا کرتی ہے جو ہمیشہ کے لئے حرام ہو۔ مگر یہ بالکل بیہودہ اور لغو بات ہے۔ نماز حرام ہے جب سورج نکل رہا ہو، نماز حرام ہے جب سورج سر پر ہو، نماز حرام ہے جب سورج ڈوب رہا ہو مگر کیا اس کے یہ معنی ہیں کہ نماز بالکل حرام ہے اور ہمیشہ کے لئے اس کا پڑھنا ناجائز ہے؟ اسی طرح روزہ حرام ہے عید کے دن۔ مگر کیا اس کے یہ معنی ہیں کہ روزہ ہمیشہ کے لئے حرام ہے اور کیا دوسرے وقتوں میں اگر کوئی روزہ رکھے تو اسے کہا جا سکتا ہے کہ جب عید کے دن روزہ حرام تھا تو بعد میں

تم نے کیوں رکھا؟ تو ہماری شریعت میں ایسی کئی مثالیں موجود ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ بعض اوقات بعض باتیں جائز ہوتی ہیں مگر وہی باتیں دوسرے وقت میں ناجائز ہوتی ہیں مگر وہی باتیں دوسرے وقت میں جائز بلکہ بعض دفعہ فرض ہو جاتی ہیں۔ جیسے روزہ حرام ہے عید کے دن، روزہ جائز ہے گیارہ مہینے اور روزہ فرض ہے رمضان میں۔ اسی طرح نماز حرام ہے جب سورج نکل رہا ہو، نماز حرام ہے جب سورج سر پر ہو، نماز حرام ہے جب سورج ڈوب رہا ہو۔ مگر نماز جائز ہے اشراق سے لے کر اس وقت تک کہ سورج نصف النہار تک پہنچنے والا ہو، نماز جائز ہے ظہر اور عصر کے درمیان، نماز جائز ہے مغرب اور عشاء کے درمیان، نماز جائز ہے عشاء اور فجر کے درمیان اور نماز جائز ہے صبح صادق سے لے کر نماز صبح تک۔ لیکن یہی نماز فرض ہے صبح کے وقت، نماز فرض ہے ظہر کے وقت، نماز فرض ہے عصر کے وقت، نماز فرض ہے مغرب کے وقت اور نماز فرض ہے عشاء کے وقت۔ ان دونوں مثالوں میں دیکھ لو بعض صورتوں میں ایک چیز جائز ہے، بعض صورتوں میں فرض ہے اور بعض صورتوں میں بالکل حرام ہے۔ اسی طرح تلوار کا جہاد حرام ہے جب اس کی شرائط نہ پائی جاتی ہوں اور یقیناً ایسی صورت میں ہم اس کے متعلق حرام کا لفظ ہی استعمال کریں گے مگر جب پھر کسی زمانہ میں وہ شرائط پائی جائیں تو وہی حرام چیز نہ صرف حلال بلکہ فرض ہو جائے گی۔ تو تلوار کے جہاد کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اِس زمانہ کے حالات کے ماتحت شرعی احکام کے مطابق حرام قرار دیا ہے۔ پس یہ جہاد تو یوں حرام ہو گیا۔ اب رہ گیا دوسرا جہاد جو تبلیغ اسلام کا ہے سو وہ یقیناً ایسا جہاد ہے جو ہماری جماعت کے ہر فرد پر فرض ہے۔ مگر سوال یہ ہے کہ یہ تبلیغی جہاد جس میں ہماری جماعت کے ہر فرد کا حصہ لینا ضروری ہے اس کو ہماری جماعت کس طرح سرانجام دے رہی ہے۔ تم کہہ سکتے ہو کہ ہم چندہ دیتے ہیں، چندے سے کتابیں چھپتی ہیں اور کتابوں سے تبلیغ ہوتی ہے مگر اس طرح تو صحابہؓ بھی کہہ سکتے تھے کہ ہم روپیہ دیتے ہیں، روپیہ سے سپاہی تیار ہوتے ہیں اور سپاہی ہم سب کی طرف سے جہاد کرتے ہیں مگر کیا ان میں سے ایک صحابی نے بھی کبھی ایسا کہا؟ اور کیا اس جواب کے بعد وہ مومن سمجھا جا سکتا تھا؟ بے شک بعض حالات میں یہ جائز ہوتا ہے کہ انسان اپنی طرف سے دوسرے کو جہاد کے لئے بھیج دے

مگر یہ اُسی وقت جائز ہوتا ہے جب شریعت اِس کی اجازت دیتی ہو۔ یا کسی کی معذوری ایسی واضح ہو جس کے علاج کی کوئی صورت نہ ہو۔ جیسے روپے دے کر اپنی طرف سے کسی کو تبلیغ کے لئے مقرر کر دینا صرف اس کے لئے جائز ہو گا جو گونگا ہو اور جس کے مُنہ میں زبان نہ ہو۔ اس کے لئے یہ بے شک جائز ہو گا کہ وہ اپنی طرف سے کسی اور کو تبلیغ کے لئے مقرر کر دے اور اس کے اخراجات کو خود برداشت کرے۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے اگر کوئی شخص اپنی کسی معذوری کی وجہ سے حج کے لئے نہیں جاسکتا تو وہ اپنی طرف سے کسی اور کو روپیہ دے کر حج کرا سکتا ہے مگر جو شخص حج کے لئے جاسکتا ہو اور اس کے لئے کسی قسم کی روک نہ ہو اس کے لئے جائز نہیں کہ وہ کسی اور کو اپنی طرف سے حج کے لئے بھیج دے اور اگر وہ کسی کو روپیہ دے کر اپنی طرف سے حج کرواتا ہے تو اس کا حج ہر گز قبول نہیں ہو گا۔

پس جبکہ تبلیغ ایک جہاد ہے اور یہ جہاد ہر شخص پر فرض ہے تو جو شخص اتنے اہم فریضے کو ترک کرتا ہے اس کے گنہگار ہونے میں کیا شبہ رہ سکتا ہے۔ اگر اس تبلیغ کی حیثیت محض نوافل کی سی ہوتی تب بھی اس میں شمولیت حصول ثواب کے لئے ضروری تھی مگر جیسا کہ میں بتا چکا ہوں یہ جہاد ہے اور جہاد فرض ہؤا کرتا ہے نفل نہیں ہوتا۔

پس ہر احمدی جو اپنی زبان سے دوسروں کو تبلیغ کرنے کی طاقت رکھتا ہے مگر وہ اپنے اوقات میں سے تبلیغ کے لئے کوئی وقت نہیں دیتا وہ یقیناً ایک فریضہ کو ادا نہ کرنے کی وجہ سے ایسا ہی گنہگار ہے جیسے نماز کا تارک گنہگار ہے، ایسا ہی گنہگار ہے جیسے روزہ کا تارک گنہگار ہے، ایسا ہی گنہگار ہے جیسے حج کا تارک گنہگار ہے اور ایسا ہی گنہگار ہے جیسے زکوٰۃ کا تارک گنہگار ہے۔ پس اس مسئلہ کی اہمیت جماعت کو اچھی طرح سمجھ لینی چاہیئے اور یہ امر ذہن نشین کر لینا چاہیئے کہ اِس وقت تلوار کے جہاد کی بجائے تبلیغ اسلام کا جہاد ہر مومن پر فرض ہے اور اگر یہ بات غلط ہے کہ تلوار کا جہاد اس وقت حرام ہے تو ایسی صورت میں تمہارا فرض ہے کہ تلوار لو اور کفار کو مارنا شروع کر دو۔ لیکن اگر تلوار کا جہاد اس وقت حرام ہے تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں ایسے وقت میں تبلیغ اسلام کا جہاد شروع ہو جاتا ہے۔ اور یہ امر ظاہر ہے کہ جہاد میں اپنا قائمقام دینے کی کسی کو اجازت نہیں ہوتی بلکہ ذاتی طور پر ہر شخص کا فرض ہوتا ہے

کہ وہ اس جہاد میں شامل ہو۔ ہم نے تو جماعت کے دوستوں کے لئے اتنی سہولت پیدا کر دی ہے کہ ان پر یہ پابندی ہی نہیں رکھی کہ وہ ضرور دو دو یا تین تین مہینے تبلیغ کے لئے وقف کریں بلکہ اجازت دی ہے کہ اگر کوئی شخص پندرہ دن تبلیغ کے لئے دے سکتا ہو تو پندرہ دن ہی دے دے، تین ہفتے دے سکتا ہو تو تین ہفتے دے مہینہ دے سکتا ہو تو مہینہ دے، دو مہینے دے سکتا ہو تو دو مہینے دے۔ بہر حال ہم نے اپنی جماعت کے دوستوں کی سہولت کے لئے اس حکم کو بہت نرم کر دیا ہے بلکہ اب میں کہتا ہوں کہ جو دو ہفتے دینے سے معذور ہوں محکمہ ان کی طرف سے ایک ہفتہ ہی منظور کر لے۔ پس چاہیئے کہ ہر شخص اس سے فائدہ اٹھائے اور تبلیغ کے لئے سال میں سے پندرہ دن یا مہینہ یا دو مہینے وقف کرے۔ ورنہ جیسا کہ میں نے بتایا ہے ہر شخص جو اس ذمہ داری کو ادا نہیں کرتا وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک فریضہ کا تارک ہے اور اس کا گناہ ویسا ہی ہے جیسے نماز کے ترک کرنے کا، جیسے روزہ کے ترک کرنے کا، جیسے حج اور زکوٰۃ کے ترک کرنے کا۔ پس میں جماعت کو آج پھر اس اہم امر کی طرف توجہ دلاتا ہوں۔ آج میں نے اس مسئلہ کو زیادہ واضح کر دیا ہے تاکہ کسی کو اس کے سمجھنے میں دقّت نہ ہو۔ تم خود ہی غور کرو کہ اگر یہ جہاد ہے اور جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے لکھا یہ جہاد ہے تو پھر جہاد میں قائمقام دینا جائز نہیں ہوتا۔ بلکہ ہر شخص کا ذاتی طور پر فرض ہوتا ہے کہ وہ اس میں حصہ لے۔ اس لئے اگر کوئی شخص اس تبلیغ کے فریضہ کو ادا نہیں کرے گا تو وہ گنہگار ہو گا۔

پس ہر جگہ کی جماعت کو اس کے متعلق فوری طور پر انتظام کرنا چاہیئے۔ جو جماعت اس کے متعلق کوئی انتظام نہیں کرے گی وہ ایک بہت بڑی ذمہ داری ادا کرنے سے قاصر سمجھی جائے گی۔ خصوصاً قادیان کے دوستوں کو میں اس اہم امر کی طرف متوجہ کرتا ہوں وہ قادیان میں ہجرت کر کے آئے ہوئے ہیں اور ہجرت کے معنے یہ ہیں کہ انہوں نے اپنا پورا وقت خدا تعالیٰ کے دین کی خدمت کے لئے دینے کا عہد کیا ہؤا ہے۔ پس مہاجر ہونے کے لحاظ سے ان پر دوسروں سے زیادہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ جو شخص کہتا ہے کہ میں ہجرت کر کے آیا ہوں اور پھر ساتھ ہی وہ یہ بھی کہتا ہے کہ میں اپنا وقت خدا تعالیٰ کے دین کی خدمت کے لئے دینے کو تیار نہیں وہ مہاجر نہیں بلکہ تارکِ وطن ہے۔ جیسے انگریز بعض دفعہ اپنا وطن ترک کر کے

امریکہ چلے جاتے ہیں یا آسٹریلیا چلے جاتے ہیں۔ اسی طرح وہ بھی مہاجر نہیں بلکہ تارکِ وطن ہیں جنہوں نے اپنے وطن کی رہائش ترک کر کے قادیان کی رہائش اختیار کی ہوئی ہے۔ پس ہر شخص جو ہجرت کے مفہوم کو سمجھنا اور صحیح معنوں میں مہاجر کہلانا چاہتا ہے اس کا فرض ہے کہ وہ اپنے اوقات کو ایسے طور پر خرچ کرے کہ ان کا زیادہ سے زیادہ حصہ دین کی خدمت میں صَرف ہو۔ یہی ہجرت کی غرض ہوتی ہے اور یہی غرض انہیں ہمیشہ اپنے پیش نظر رکھنی چاہیئے۔ پس قادیان کی جماعت کو میں خصوصیت سے اس امر کی طرف توجہ دلاتا ہوں کہ وہ اپنے اوقات زیادہ سے زیادہ وقف کریں۔

میں نے بتایا ہے کہ ہم نے دوستوں کی سہولت کے لئے شرائط کو بہت سخت نہیں رکھا۔ بلکہ ہفتہ ہفتہ بھی اگر مجبوری ہو تو محکمہ قبول کر سکتا ہے۔ البتہ میرے نزدیک تبلیغ کو زیادہ نتیجہ خیز اور مؤثر بنانے کے لئے ضروری ہے کہ سوائے اشد مجبوری کے کم از کم دو ہفتے ہر شخص سے وقت لیا جائے۔ پس میرے نزدیک دوستوں کو دو ہفتہ سے لے کر دو تین مہینہ تک وقت دینا چاہیئے اور یہ کوئی ایسا زیادہ وقت نہیں جس کا بارہ مہینوں میں سے نکالنا مشکل امر ہو۔ اگر کوئی شخص سال کے بارہ مہینوں میں سے کم از کم دو ہفتے بھی اس فریضہ کی ادائیگی کے لئے صَرف نہیں کر سکتا تو وہ جہاد جیسے فریضہ کو بُھلا دینے والا ہو گا۔ سوائے ان لوگوں کے جو مصنّف ہیں یا مبلغ ہیں یا مقرر، واعظ اور خطیب ہیں انہیں چونکہ اپنے فرائض منصبی کی ادائیگی میں بھی جہاد کا موقع ملتا رہتا ہے اس لئے وہ اس فریضہ کے تارک نہیں سمجھے جائیں گے۔ مگر دوسرے لوگ جنہیں اس قسم کے مواقع نہیں ملتے وہ اگر تبلیغ میں حصہ نہیں لیتے تو وہ ایک اہم فریضہ کو ادا نہ کرنے والوں میں شمار ہو کر خدا تعالیٰ کے حضور گنہگار ٹھہرتے ہیں۔

مَیں سمجھتا ہوں خدا تعالیٰ کے فضل سے لوگوں پر اس قدر اتمامِ حجت ہو چکی ہے کہ اگر ایک نظام کے ماتحت ہماری تمام جماعت تبلیغ میں لگ جائے تو پانچ سات سال کے اندر ہی کئی اضلاع کی اکثریت احمدی ہو سکتی ہے۔ جو نئے علاقے ہیں ان میں بے شک احمدیت کی تبلیغ کرتے وقت مشکلات پیش آتی ہیں مگر جو علاقے احمدیت کی تعلیم سے واقف ہو چکے ہیں ان کے

متعلق دیکھا گیا ہے کہ ذرا زور دینے سے ان میں سے سینکڑوں لوگ احمدیت میں داخل ہونے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔ پس ایسے موقع کو ہاتھ سے جانے دینا اور لوگوں کو اپنی پوری کوشش سے کلمۂ حق نہ پہنچانا اسلام اور احمدیت پر بہت بڑا ظلم ہے۔

پس قادیان کی جماعت کو خصوصاً اور بیرونی جماعتوں کو عموماً مَیں اس امر کی طرف توجہ دلاتا ہوں کہ آپ لوگ اپنے اس فریضہ کو پہچانتے ہوئے جماعت کے نظام کے ماتحت اپنے اپنے علاقوں میں تبلیغ کو وسیع کریں تا اللہ تعالیٰ جلد سے جلد سلسلہ اور اسلام کی اشاعت کے سامان پیدا کرے اور اسلام ہماری آنکھوں کے سامنے جبکہ ہم میں صحابہؓ اور تابعین موجود ہیں ایسی صورت میں قائم ہو جائے کہ بعد میں اس میں کسی کو رخنہ اندازی کا موقع نہ ملے۔"

(الفضل 3 مئی 1940ء)